ملبوسات: ایک سماجی تاریخ

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کپڑے جن کو ہم پہنتے ہیں ان کی ایک تاریخ ہے۔ ہم اکثر یہ بات بھول جاتے ہیں کہ ہمارے لباس اور پہناوے کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ ہر سماج میں کپڑوں کے لئے مخصوص ضابطے ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ تو کافی سخت ہوتے ہیں کہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو کیسے لباس پہننے چاہئیں، یا یہ کہ مختلف سماجی طبقات خود کو کس طرح پیش کریں، یعنی کیسے لباس پہنیں۔ یہ ضابطے لوگوں کی شناخت واضح کرتے ہیں کہ دوسرے ان کو کیسے دیکھیں؟ یا دوسرے لوگوں سے وہ کیا توقع کرتے ہیں کہ ان کو کیسے دیکھا جائے۔ یہ ہمارے حُسن دلکشی، شرم وحیا کے تصور کی تشکیل کرتے ہیں۔ اور جیسے جیسے وقت بدلتا ہے، سماج تبدیل ہوتا ہے، تو ان تصورات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ یہ تبدیلیاں ملبوسات میں ہونے والی اصلاحات کا اظہار کرتی ہیں یہ تبدیلیاں ملبوسات میں بھی نظر آتی ہیں۔

جدید دنیا کے ظہور کے بعد طرز لباس میں بھی ڈرامائی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس باب میں ہم جدید زمانے میں یعنی انیسویں اور بیسویں صدیوں کے دوران لباس میں جو تبدیلیاں آئیں اُن کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔

مگر یہ دو صدیاں اتنی اہم کیوں ہیں؟

اٹھارہویں صدی کے یوروپ میں جمہوری انقلابات اور سرمایہ دارانہ بازاروں کی ترقی سے پہلے زیادہ تر لوگ اپنے علاقائی ضابطوں کے مطابق لباس پہنا کرتے تھے۔ اور لباسوں کی یہ اقسام بھی اپنے علاقوں میں دستیاب خام مال کی قیمت کے مطابق محدود تھیں۔ سماجی حفظ مراتب کے مطابق طبقے، جنس (مرد/عورت) یا رتبے کو مدنظر رکھ کر لباسوں کے طرزوں کے لئے بھی منتخب ضابطے موجود تھے۔ طرز لباس کا تعین سماج میں فرد کی حیثیت یعنی جنس، درجے اور رتبے کے مطابق ہوتا تھا۔

اٹھارہویں صدی کے بعد، یوروپین اقوام کے ذریعہ دنیا کے زیادہ تر حصے پر نوآبادیاتی نظام، جمہوری نصب العین کے پھیلاؤ اور صنعتی سماج کی نشوونما نے ان طریقوں میں مکمل تبدیلی پیدا کی، جس کے مطابق لوگوں نے لباس اور اس کے معنی پر سوچنا شروع کیا۔ اب لوگ وہ طرز اور وہ سامان لباس استعمال کر سکتے تھے جو دوسری ثقافتوں اور مقامات سے آئے تھے۔ اٹھارہویں صدی کے بعد یوروپ کے دنیا پر تسلط اور جمہوری اقدار کی مقبولیت اور صنعتی سماج کی نشوونما کی وجہ سے لباس اور پہناوے سے متعلق لوگوں کا نظریہ مکمل طور سے بدل گیا۔ جس کے نتیجے میں دور دراز کے علاقوں میں پہنے جانے والے کپڑوں اور طرزِ لباس کا استعمال ممکن ہوا اور اس طرح پوری دنیا کے مردوں نے مغربی طرزِ لباس اپنا لیا۔ اس کے نتیجے میں پوری دنیا کے اندر مردوں کے لئے مغربی طرز کے لباس اختیار کر لیے گئے۔

پہلے باب میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ فرانسیسی انقلاب نے کس طرح سماجی اور سیاسی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں تبدیلی پیدا کی۔ یہ انقلاب اس دور کے موجودہ لباس کے ضابطوں کو بھی بہا کر لے گیا جنھیں مصارفی قوانین (Sumptuary Laws) کہا جاتا تھا۔ آیئے ان قوانین کا مختصراً مطالعہ کریں۔

© NCERT not to be republished

1 مصارفی قوانین اور سماجی حفظ مراتب

عہد وسطیٰ کے یوروپ میں کبھی کبھی سماج کے مختلف طبقات کے ممبران پر اصل قوانین کے ذریعہ لباس کے ضابطے عائد کیے جاتے تھے۔عہد وسطیٰ کے یوروپ میں لباس اور پوشاک کے تفصیلی قوانین تھے جس کا ہر طبقہ پر سختی سے نفاذ ہوتا تھا۔1294 سے لے کر 1784 میں فرانسیسی انقلاب کے زمانے تک فرانس کے لوگوں سے ان ضابطوں پر سختی سے عمل کرنے کی امید کی جاتی تھی جو مصارفی قوانین کے نام سے مشہور تھے۔ان قوانین نے مخصوص لباس پہننے، مخصوص غذا اور مشروبات (عام طور پر اس سے مراد شراب ہے) کا استعمال کرنے اور مخصوص علاقوں میں شکار کھیلنے کے لئے سماج کے ادنیٰ طبقے کے افراد کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی تھی۔فرانس میں عہد وسطیٰ کے دوران کوئی شخص ایک سال میں لباسوں کی جو تعداد خرید سکتا تھا، وہ صرف آمدنی ہی سے نہیں بلکہ سماجی حیثیت سے بھی طے کی جاتی تھی۔لباسوں کے لئے استعمال کیا جانے والا خام مال بھی قانونی طور سے منظور شدہ ہوتا تھا۔صرف شاہی گھرانے سے وابستہ افراد ہی قیمتی اشیاء سے بنے لباس پہن سکتے تھے۔صرف یہی طبقہ سمور (Ermine) اور (fur) یا ریشم اور بروکیڈ پہن سکتا تھا۔دوسروں کو ایسی اشیاء سے بنے کپڑے پہننے کی اجازت نہ تھی جو اعلیٰ طبقے سے وابستہ تھے۔

شکل:1 اٹھارہویں صدی کے انگلینڈ میں اعلی طبقہ کا ایک جوڑا۔انگلش نقاش تھامس گینس برا کی نقاشی (88-1727)

فرانسیسی انقلاب نے ان تمام امتیازات کو مٹا دیا۔جیسا کہ آپ پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ جیکو بن (Jacobin) کلب کے ممبران اعلیٰ طبقے سے خود میں امتیاز کرنے کے لئے مروجہ تنگ موری کا جامہ پہنتے تھے وہ اپنے آپ کو سان کیولاتز (San-culattes) کہتے تھے۔اس کے بعد سے مرد اور عورتوں دونوں نے ایسا لباس پہننا شروع کیا جو ڈھیلا اور آرام دہ تھا اس سے مراد وہ لوگ جو تنگ موری کا جامہ ہیں پہنتے تھے۔فرانس کے رنگ – نیلا، سفید اور سرخ عوام میں مقبول ہو گئے کیونکہ یہ محبّ وطن شہری کے نشان تھے۔دوسری سیاسی علامتیں بھی لباس کا ایک حصہ بن گئیں مثلاً ٹوپی آزادی کی علامت تھی۔لمبی پتلون اور انقلابی کوکیڈ (ٹوپی پر لگایا جانے والا پھول جیسا نشان) ہیٹ کے ایک جانب لگائی جاتی تھی۔لباسوں میں اس سادگی کا مطلب مساوات کا اظہار تھا۔

نئے الفاظ:

Cockade– ترچھی ٹوپی

(Ermine) ایک قسم کی پوستین (Fur)

شکل3: متوسط طبقہ کی خاتون، 1791

شکل4: فرانسیسی انقلاب کے دوران رضا کار

شکل2: انقلاب سے تھوڑی مدت پہلے اعلی طبقہ کا ایک پیچیدہ اور قیمتی لباس دیکھئے، نمایاں سر پوش اور جھالر لگا لباس جو ایک خاتون نے زیب تن کر رکھا ہے۔ اس لباس کے اندر کورسٹ (زیر جامہ) بھی ہے۔ یہ پیٹی کمر کو پتلا بنانے اور جاذب نظر بنانے کے لئے ہوتی تھی تا کہ خاتون کی کمر پتلی دکھائی دے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق اعلی طبقہ کے مردوں نے فوجی طرز کا ایک لمبا کوٹ، گھٹنے سے مڑنے والی پتلون، ریشمی موزے اور اونچی ایڑی والے جوتے پہن رکھے ہیں۔ دونوں نے نمایاں وگ پہن رکھی ہے۔ اپنے چہرے نازک ہلکے گلابی رنگے ہیں کیونکہ اس زمانے میں کھال کا قدرتی رنگ دکھانا بدتہذیبی مانا جاتا تھا۔

شکل5: ایک سانس کیولاتز فیملی، 1793

باکس 1

تمام مصارفی قوانین سماجی حفظ مراتب کو اہمیت دینے کے لئے نہیں تھے۔ مصارفی قوانین کا مقصد یہ صرف سماجی حفظِ مراتب کو اہمیت دینا نہیں تھا۔ چند مصارفی قوانین درآمدات کے خلاف گھریلو پیداوار کے تحفظ کے لئے پاس کئے گئے۔ مثال کے طور پر سولہویں صدی کے انگلینڈ میں فرانس اور اٹلی سے درآمد کئے گئے سامان سے بنی ہوئی مخمل کی ٹوپیاں مردوں میں کافی مقبول تھیں۔ انگلینڈ میں ایسے قوانین بنائے گئے جن میں اعلی حیثیت کے لوگوں کو چھوڑ کر چھ سال سے اوپر کے تمام لوگوں کو اتوار اور چھٹیوں کے دن انگلینڈ میں بنی اونی ٹوپیاں پہننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ یہ قانون چھبیس سال تک نافذ رہا جو انگلینڈ کی اونی صنعت کو ترقی دینے میں فائدہ مند ثابت ہوا۔

سرگرمی

شکل 2 سے 5 تک غور سے دیکھئے۔ انقلاب کے وقت فرانس میں سماج اور ثقافت کے بارے میں تصویروں کے اندر کیا فرق دکھائی دیتا ہے۔ 150 الفاظ میں اسے تحریر کیجیے۔

© NCERT not to be republished

2 ملبوسات اور تصورات حسن

مصارفی قوانین کے اختتام کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ یوروپی سماج میں ہر شخص ایک ہی طرز کا لباس زیب تن کر سکتا تھا۔ فرانسیسی انقلاب نے مساوات کا سوال کھڑا کر دیا اور اعلیٰ طبقہ کی مراعات اور ان قوانین کا جنھوں نے ایسی مراعات برقرار رکھی تھیں، خاتمہ کر دیا۔ تاہم سماجی طبقات میں تفریق بنی رہی۔ یہ بات تو صاف ہے کہ غریب لوگ امیروں کی طرح کپڑے پہنتے اور وہ ایک ہی جیسی غذا کھانے کے اہل نہ تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق کسی مخصوص لباس پہننے کی لوگوں کے حق پر قانونی پابندی نہ تھی۔ اب مصارفی قوانین کے بجائے لوگوں کی آمدنی یہ فیصلہ کرتی تھی کہ امیر اور غریب کیسا لباس پہن سکتے تھے۔ اب مختلف طبقات نے لباس کی اپنی ہی ثقافت کو ترقی دی۔ لباس کے متعلق ہر طبقے نے الگ الگ طریقے اپنائے، کہ حسن کیا ہے اور بدصورتی کیا ہے، مناسب کیا ہے اور غیر مناسب کیا ہے، شریفانہ کیا ہے اور عامیانہ اور بیہودہ کیا ہے، اس کا تصور ہر ایک کے لئے جداگانہ تھا۔

طرز لباس نے بھی مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق پر زور دیا۔ وکٹوریہ کے زمانے میں انگلینڈ میں عورتوں کو بچپن سے ہی اطاعت شعار بننے، منکسر المزاج ہونے اور فرمانبردار رہنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک مثالی عورت وہ ہوتی تھی جو تکالیف اور پریشانیاں برداشت کرنے کی عادی ہو۔ ایک طرف تو مردوں سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ سنجیدگی اختیار کریں، مضبوط ہوں، آزاد رہیں اور جارحیت پسند ہوں جبکہ عورتوں کے لئے غیر سنجیدہ، نازک، مجہول مزاج اور اطاعت شعار ہونے کو پسند کیا جاتا تھا۔ یہ تمام نصب العین ایسے تھے جن کو لباس کے ضابطے ظاہر کرتے تھے۔ لڑکیوں کو بچپن سے ہی تنگ کپڑے (Stays) پہنائے جاتے تھے۔ جس کا مقصد ان کی نشوونما کو روکنا اور ان کو چھوٹے قد میں ڈھالنا تھا۔ لڑکیوں کی عمر بڑھنے پر وہ اپنی کمر پر سخت پٹی (Corsets) باندھتی تھیں۔ پٹی بندھی پتلی کمر والی عورتوں کو پرکشش، خوش وضع اور دلربا سمجھ کر تعریف کی جاتی تھی۔ اس طرح وکٹوریائی عورتوں کے طرزِ لباس نے اُن کے نازک اور اطاعت شعار ہونے کا تصور پیدا کرنے میں اہم کردار نبھایا۔ درحقیقت عالمی جنگ کے بعد ہی عورتوں کے لباس میں بنیادی تبدیلیاں آئیں۔

2.1 ان ضابطوں پر عورتوں کا ردّعمل کیا تھا؟

بہت سی عورتوں نے نسوانیت کے ان مثالی نمونوں کو تسلیم کیا جو اس ماحول میں موجود تھے جس میں وہ سانس لے رہی تھیں۔ یہ اس ادب میں موجود تھے جو وہ پڑھتی تھیں، اسے اس تعلیم سے بھی حاصل کیا جو انھوں نے اسکول اور گھر پر حاصل کی۔ بچپن سے بلوغت تک ان کو باور کرنا پڑتا تھا کہ پتلی کمر ایک نسوانی فریضہ ہے۔ ایک خاتون ہونے کی حیثیت سے تکلیف برداشت کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پرکشش دکھائی دینے اور نسوانی ہونے کے لئے ان کو کارسٹ (جسم کو خوش نما بنانے کے لئے کمر پر باندھی گئی پٹی) پہننا پڑتا تھا۔ اس سے جسم کو جو درد اور تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی، اس کو معمول سمجھ کر اپنا لیا گیا۔

لیکن ان قدروں کو ہر ایک نے قبول نہیں کیا۔ انیسویں صدی کے آتے آتے خیالات میں بھی تبدیلی آئی۔ 1830 کے دہے میں عورتوں نے انگلینڈ میں جمہوری حقوق کے لیے مظاہرے شروع کر دیے۔ حق رائے دہندگی کی تحریک نے جوں جوں ترقی کی، بہت سے لوگوں نے لباسوں کی اصلاح کے لئے بھی مہم شروع کی۔ عورتوں کے رسالوں میں ایسے بیان آنے لگے جس میں بتایا گیا کہ تنگ

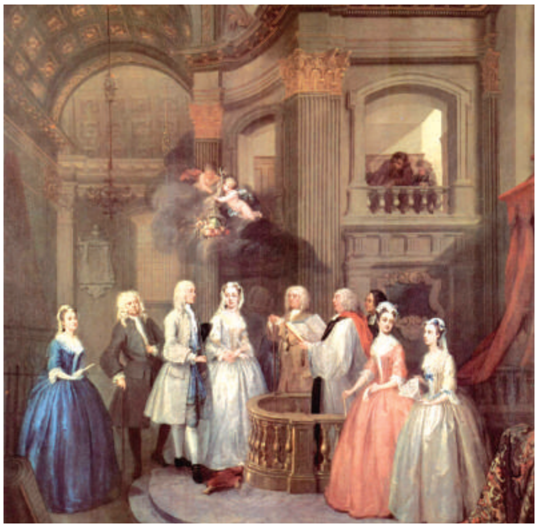

شکل 6۔ اعلیٰ طبقے کی شادی کا ایک منظر
ایک انگریز نقاش ولیم ہوگرتھ کی نقاشی (1697-1764)

شکل 7۔ اعلیٰ طبقے کے گھرانے کا ایک بچہ
ایک انگریز نقاش ولیم ہوگرتھ کی نقاشی (1697-1764) اس عمر میں بھی ایسی پتلی سی کمر پر غور کیجئے غالباً اس پر کارسیٹ باندھا گیا ہے اور اس پر لٹکتا ہوا گاؤن دیکھئے جس سے چلنے پھرنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

نئے الفاظ:

اسٹیز (Stays) جسم کو سنتواں اور سیدھا رکھنے کے لئے عورت کا لباس۔
پبولم (Pabulum) زندگی اور نشوونما کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری شے۔
کورسٹ (Corset) سامنے کے جسم کو خوبصورت بنانے اور سہارا دینے کے لئے عورتوں کے ذریعہ پہنی جانے والی ایک ٹائٹ فٹنگ اور زیر جامہ:
سفریج (Suffrage) رائے دہندگی کا حقو ووٹ دینے کا حق - رائے دہندگی کے حامیوں نے عورتوں کے ووٹ دینے کے حقوق کے لئے مانگ کی۔

© NCERT not to be republished

کپڑے اور کورسٹ کس طرح لڑکیوں کی شکل بگاڑ رہے ہیں اور بیماری کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسے تنگ کپڑوں سے جسمانی نشوونما متاثر ہوتی ہے اور دورانِ خون میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ عضلات کی نمو رک جاتی ہے اور کمر جھک جاتی ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ بہت سی عورتیں مسلسل انتہائی کمزوری کی

آماخذ: A

میری سمرویل Mary Somerville جو اولین خاتون ریاضی دانوں میں سے تھیں، اپنے بچپن کے زمانے کی سرگزشت اور تجربات کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

اگر چہ میں بالکل دراز قد اور تندرست تھی، مجھ کو تنگ کپڑوں میں قید کر دیا جاتا تھا جس کے سامنے فولاد کی ایک پٹی (Busk) کسی ہوتی تھی۔ جبکہ فراک کے اوپر لگے فیتے اس درجہ کس دیئے جاتے تھے کہ میرے دونوں کندھوں کے بلیڈ (دست کی پچھلی چپٹی ہڈی) آپس میں مل جاتے تھے۔ اس کے بعد نصف دائرے کی شکل میں ایک فولادی چھڑ، جو میری ٹھوڑی سے نیچے ہو کر جاتی تھی، میرے لباس میں کمر پر بندھی ہوئی فولادی پٹی سے جا ملتی تھی۔ ذہنی دباؤ کی ایسی حالت میں مجھے کو اور زیادہ تر نو عمر لڑکیوں کو اپنے اسباق تیار کرنے پڑتے تھے۔'' میری سمرویل، لندن کی ابتدائی زندگی سے بڑھاپے تک کی ذاتی یاداشتیں'، مرتب کردہ مارتھا سامرول، لندن 1873

سرگرمی

آماخذ A اور B کا مطالعہ کیجئے۔ وکٹوریائی سماج میں موجود لباس پہننے کے خیالات کے بارے میں کیا بتاتے ہیں؟ اگر آپ میری سمرویل اسکول کے پرنسپل ہوتے تو لباس پہننے کے رواجوں کا جواز کس طرح پیش کرتے؟

آماخذ: B

اس وقت کے بہت سے سرکاری عہدیداروں کی توجہ عورتوں کے لباس کے مروجہ انداز سے وابستہ صحت کی پیچیدگیاں دیکھ کر کان کھڑے ہوئے۔ کارسٹ پر ہونے والی مندرجہ ذیل تنقید پر غور کیجئے۔

جسمانی طور سے یہ بات واضح ہے کہ ہوا زندگی کے لئے غذا (Pabulum) کا کام کرتی ہے، اور یہ کہ گلے کے چاروں طرف ڈوری کی سخت گرفت اور سختی سے کسی فیتے سے باندھنے میں صرف درجوں کا فرق ہے کیونکہ دونوں طریقوں سے دم گھوٹنے کا طریقہ جان لیوا ہے۔ بہت سے حالات میں کسے ہوئے اسٹیز پہننے کا مطلب گھلنا، بربادی اور اس کے بعد موت ہے۔ 1857 کی نویں سالانہ رپورٹ میں رجسٹرار جنرل

آماخذ: C

کیا آپ جانتے ہیں کہ مشہور انگلش شاعر جان کیٹس (1795-1821) نے اپنی مثالی خاتون کا بیان کس طرح کیا ہے؟

اس نے کہا تھا ''عورت ایک ایسے دودھیا سفید میمنے کی طرح ہے جو مرد کے تحفظ کے لئے ممیاتی ہے۔

اپنے ناول وینٹی فیئر (1848) (Vanity Fair) میں ٹھاکرے (Thactray) نے امیلیا کے کردار کے جادو کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

میرے خیال میں اس کی کمزوری ہی جو اس کا سب سے بڑا حسن (جادو) تھا۔ ایک ایسی شیریں خود سپردگی اور ملائمیت جو ہر اس مرد کو اپیل کرتی تھی جس سے وہ ہمدردی اور تحفظ کے لئے ملی۔

سرگرمی

آپ کے خیال میں کمزوری اور انحصار کے یہ تصورات عورتوں کے لباس میں کس طرح ظاہر ہوئے؟

نئے الفاظ:

بسک۔ کروسٹ کے سامنے اس کو سخت اور سہارا دینے کے لئے لکڑی، وہیل کی ہڈی یا اسٹیل کی تہی کو دیکھئے۔

پبولوم۔ زندگی برقرار رکھنے یا تسو رغا کرنے کے لئے کوئی بھی ضروری چیز۔

شکایت کرتی ہیں۔ اور اکثر و بیشتر بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ریڑھ کی ہڈی کو سہارا دینے کے لئے کورسٹ ضروری ہو گئے۔

امریکا میں بھی مشرقی ساحل پر آباد سفید فام لوگوں میں ایک ایسی ہی تحریک شروع ہوئی۔ متعدد وجوہات سے روایتی نسوانی ملبوسات پر تنقید کی گئی۔ کہا جاتا تھا کہ لمبے لمبے انگرکھے (سکرٹس) زمین پر لٹکتے ہوئے چلتے ہیں جن سے دھول اور گندگی جمع ہوتی ہے۔ اس سے عورتوں میں بیماری پیدا ہوتی ہے۔ ان انگرکھوں کا گھیرا اس درجہ بڑا ہوتا تھا کہ ان کو پہن کر چلنا دشوار ہو جاتا تھا۔ یہ چلنے پھرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے اور عورتوں کے کام اور کمائی میں رکاوٹ بنتے تھے۔ یہ کہا گیا کہ کپڑوں میں اصلاح سماج میں عورتوں کی حیثیت کو بدل سکتی ہے۔ اگر کپڑے آرام دہ اور پر سہولت ہوں تو عورتیں کام کر سکتی ہیں، اپنی روزی روٹی کما سکتی ہیں اور آزاد ہو سکتی ہیں۔ 1870 کے دہے میں مسز اسٹینٹن کی سربراہی میں نیشنل وومین سفریج ایسوسی ایشن (خواتین کے لئے قومی رائے دہندگی انجمن) اور لوسی اسٹون کی تسلط یافتہ امریکن وومین سفریج ایسوسی ایشن (عورت کے لئے امریکن رائے دہندگی انجمن) دونوں نے لباس کی اصلاح کے لئے مہم چلائی۔ اس سلسلے میں دلیل یہ پیش ہوئی: لباس کو سادہ بنایئے۔ انگرکھوں کو مختصر بنایئے اور کارسیٹس کو خیر باد کہئے۔ اب اٹلانٹک (اوقیانوس) کے دونوں چھوروں پر معقولیت پر مبنی لباس کی اصلاح کے لئے تحریک چل پڑی۔

شکل:8 لباس میں اصلاحات سے پہلے انیسویں صدی کے یو ایس اے میں ایک خاتون۔ گھیرے دار اس گاؤن کو دیکھئے جو زمین پر گھسٹتا چلتا ہے۔ مصلحین نے عورتوں کے اس طرز کے لباس کے خلاف اپنا ردِ عمل ظاہر کیا۔

سماجی اقدار کو بدلنے میں مصلحین کو فوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ان کو عوامی تمسخر اور جارحیت کا سامنا

باکس - 2

معقول لباس کی اصلاح کے لئے تحریک (ریشنل ڈریس ریفارم تحریک)

مسز امیلیا بلومر (Mrs Amelia Bloomer) ٹخنوں سے اوپر پہنی جانے والی پتلونوں کے اوپر ڈھیلے انگرکھوں کو شروع کرنے والی پہلی امریکن ڈریس ڈیزائنر تھیں، یہ پتلونیں بلومرز، ریشنلز یا نکر باکر (Knickerbocker) کہلاتی تھیں۔ معقول ڈریس سوسائٹی 1881 میں انگلینڈ میں شروع ہوئی لیکن اس کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ پہلی عالمی جنگ تھی جو عورتوں کے لباس میں بنیادی تبدیلیاں لائی۔

کرنا پڑا۔ قدامت پسندوں نے ہر جگہ پر ایسی تبدیلی کی مخالفت کی۔ ان کو افسوس اس بات کا تھا کہ اگر عورتوں نے لباس کے روایتی ضابطوں کو چھوڑا تو وہ حسین نہیں دکھائی دیں گی اور وہ اپنی نسوانیت اور شان کھو بیٹھیں گی۔ مسلسل حملوں کی وجہ سے متعدد ایسی عورتیں جو اصلاحی تحریک سے وابستہ تھیں، اپنے مقصد کو چھوڑ بیٹھیں اور گھر کی چہار دیواری میں قید ہو گئیں اور پرانی روایات کے مطابق سابقہ طرز لباس کو اپنا لیا۔

اس کے باوجود انیسویں صدی کے آخیر میں ہوا کا رخ اس درجہ بدلا کہ وہ واضح دکھائی دیا۔ چو طرفہ دباؤ کی وجہ سے حسن کا نصب العین اور لباس کے انداز دونوں بدل گئے۔ لوگوں نے اصلاح کے ان خیالات کو اپنانا شروع کیا جن کا انھوں نے پہلے مذاق اڑایا تھا۔ نئے زمانے کے ساتھ نئی اقدار نے بھی جنم لیا۔

© NCERT not to be republished

3 نئے زمانے

نئی قدریں کیا تھیں؟ وہ کون سے حالات تھے جن کی وجہ سے تبدیلی کے لئے زیادہ دباؤ بڑھا؟

جدید اشیاء اور ٹکنالوجیوں کی شروعات کی وجہ سے برطانیہ میں متعدد تبدیلیاں ظاہر ہوئیں۔ دو عالمی جنگوں اور عورتوں کے لئے کام کی نئی شرائط کی نتیجہ میں دوسری تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ آیئے یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ تبدیلیاں کیا تھیں، ہم چند پچھلی صدیوں کے اقدامات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

3.1 نئی خام اشیاء

سترہویں صدی سے پہلے برطانیہ کی عام عورتوں کے پاس فلیکس، لائنن یا اون سے بنے کپڑے ہوتے تھے جن کو دھونا بھی مشکل تھا۔ 1600 کے بعد ہندوستان کے ساتھ ہوئی تجارت کے نتیجہ میں تمام یورپین لوگوں کو سستی، خوبصورت اور ٹکاؤ ہندوستانی چھینٹ (Chintezs) بہ آسانی ملنے لگی جس کی وجہ سے توشہ خانے (ملبوسات کی الماری) کا سائز بھی بڑھ گیا۔

اس کے بعد انیسویں صدی میں آئے صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں انگلینڈ نے اونچے پیمانے پر سوتی کپڑا بنانا شروع کیا جس کو اس نے دنیا کے پیشتر حصوں بشمول ہندوستان برآمد کیا۔ سوتی ملبوسات یوروپ میں رہنے والے لوگوں کے زیادہ سے زیادہ طبقات کو میسر آنے لگے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی حصے تک مصنوعی ریشوں کی ایجاد سے کپڑے اور بھی زیادہ سستے ہوگئے جن کو دھونا اور پہننا بھی آسان تھا۔

1870 کے دہے کے آخری حصے میں، بھاری بھرکم اور چلنے پھرنے میں دشواری پیدا کرنے والے زیر جامے جنھوں نے خواتین رسالوں کے صفحات میں طوفان مچا رکھا تھا، بتدریج ترک کر دیئے گئے۔ اب لباس ہلکے، مختصر اور سبک بین ہوگئے۔

تاہم 1914 تک ملبوسات کی لمبائی اس طرح ٹخنوں تک برقرار

شکل 9: بیسویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں لباس میں آئی تبدیلیاں۔

شکل (A)9 درمیانہ اور اعلی طبقہ کی عورتوں کے لباسوں کے طرز میں بھی تبدیلیاں آئیں۔ اسکرٹس مختصر ہوگئیں اور جھالریں ترک کر دی گئیں۔

شکل (B)9: پہلی عالمی جنگ کے دوران اسلحہ کے کارخانہ میں کام کرتی برٹش عورتیں۔ اس جنگی سامان کی پیداوار بڑھانے کے لئے ہزاروں عورتوں نے کارخانوں میں کام کرنا شروع کیا کیونکہ اس وقت مزدوروں کے لئے مانگ بڑھ رہی تھی چلنے پھرنے میں سہولت کی خاطر کپڑوں کے طرز بھی بدل گئے۔

نئے الفاظ:

شنٹز (Chintz) ڈیزائنوں اور پھولوں سے آراستہ سوتی کپڑا جو ہندی لفظ چھینٹ سے ماخوذ ہے۔

© NCERT not to be republished

رہی جیسے کہ تیرہویں صدی سے چلی آ رہی تھی۔ تاہم 1915 تک اسکرٹ کی ہملائن (Hemline) غیر معمولی طور سے نصف پنڈلی (Mid-calf) تک جا پہنچی۔ اس اچانک تبدیلی کی کیا وجہ تھی؟

3.2 جنگ

دو عالمی جنگوں کے نتیجہ میں عورتوں کے لباس میں متعدد تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بہت سی یوروپی خواتین نے زیوارات اور پرتکلف کپڑوں کا استعمال چھوڑ دیا۔ چونکہ بالائی طبقہ کی خواتین دوسرے طبقات کے ساتھ گھل مل گئیں تھی، اس لئے دونوں طبقات کے درمیان حائل رکاوٹیں بھی کم ہوتی گئیں اور تمام عورتیں ایک ہی جیسی دکھائی دینے لگیں۔

عملی ضرورت کی وجہ سے پہلی عالمی جنگ (18-1914) کے دوران کپڑوں کا سائز بھی گھٹ گیا۔ 1917 تک برطانیہ میں 7,00,000 عورتیں گولہ بارود کے کارخانوں میں ملازم تھیں۔ وہ اسکارف جیسے دوسرے لوازمات کے ساتھ کام کرنے والی بلاؤز اور پتلون پہننے لگیں، بعد میں، ان کی جگہ پر خاکی بالاپوش (Overalls) اور ٹوپیاں پہنی جانے لگیں۔ جوں جوں جنگ جاری رہی، شوخ رنگ نظروں سے غائب ہوگئے اور اب ان کی جگہ ہر ہلکے رنگ والے لباس پہنے جانے لگے۔ اس طرح سے کپڑے آرام دہ اور سادہ ہوگئے، انگرکھے (اسکرٹس) مختصر ہوگئے۔ جلد ہی وہ زمانہ بھی آیا جب پتلون مغربی عورتوں کے لباس کا ایک اہم جزو بن گئی، جس سے عورتوں کو چلنے پھرنے میں سہولت ملی۔ سب سے زیادہ اہم تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ عورتوں نے سہولت کی خاطر بال کٹوانا شروع کر دیا۔

بیسویں صدی کے آنے تک سنجیدگی اور پیشہ ورانہ اوصاف کو ظاہر کرنے کے لئے لباسوں کا ایک سادہ اور تکلف بیزار طرز وجود میں آیا۔ بچوں کے نئے اسکولوں میں سادہ لباس پہننے کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اور سجاوٹ اور تصنع کو ناپسند کیا گیا۔ عورتوں کے لئے اسکولی نصاب میں جمناسٹک اور کھیل شامل کیے گئے۔ اب چونکہ عورتوں کو کھیل کود میں حصہ لیتی تھیں اس لیے انھوں نے ایسے کپڑے پہننے شروع کیے جو بھاگنے دوڑنے میں رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ جب عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کام کے لئے اور روزی روٹی کمانے کے لئے باہر جانے لگیں تو ان کو ایسے کپڑوں کی ضرورت پیش آئی جو آرام دہ اور پرسہولت تھے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ لباس کی تاریخ سماج کی ایک وسیع تاریخ سے وابستہ ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ لباسوں پر کس طرح ثقافتی نظریات اور حسن کے معیار حاوی تھے اور یہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تصورات کس طرح بدلتے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ مصلحین اور قدامت پسندوں نے کس طرح ان نظریات کو بنانے میں جدوجہد کی اور معیشت اور ٹکنالوجی میں آئی تبدیلیوں اور نئے زمانے کے دباؤ نے کس طرح عوام کو لباسوں میں تبدیلی کی ضرورت کو محسوس کرایا۔

© NCERT not to be republished

4 نوآبادیاتی ہندوستان کے اندر ہوئی کایا پلٹ

شکل10: ممبئی میں پارسی فرقہ 1863

اس زمانے میں ہندوستان کا کیا حال تھا؟

نوآبادیاتی زمانے میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں قابل ذکر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک طرف تو اس تبدیلی کی اہم وجہ مغربی طرز لباس اور عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں تھیں، دوسری طرف لباس کے فیشن ایجاد کرنے کی وہ ہندوستانی کوشش تھی جو دیسی روایات اور کلچر کو ایک نئے رنگ میں ڈھال رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کپڑا اور لباس دونوں ہی قومی تحریک کی اہم علامت بن گئے۔ اگر آپ انیسویں صدی میں آئی تبدیلیوں پر طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم کو بیسویں صدی میں لباسوں کی ہوئی کایا پلٹ کا بہت کچھ علم ہو جائے گا۔

شکل11: 1907 میں گوا میں عیسائی بنے وہ لوگ جنھوں نے مغربی لباس اپنایا ہے۔

جب انیسویں صدی میں مغربی طرزِ لباس ہندوستان میں آیا تو ہندوستانیوں پر اس کا سہ طرفہ اثر ہوا۔

1. بہت سے لوگوں نے، خاص طور سے مردوں نے اپنے لباسوں میں چند مغربی طرز کے عناصر داخل کرنا شروع کر دیئے۔ مغربی ہندوستان میں آباد دولت مند پارسی ایسی پہلی جماعت تھی جنھوں نے سب سے پہلے مغربی طرز کا لباس اپنایا۔ ایک مکمل جنٹلمین کا نظارہ پیش کرنے کے لئے جوتوں اور ہاتھ میں ایک چھڑی کے ساتھ لمبے بغیر کالر کے کوٹوں کا اضافہ ڈھیلی ڈھالی پتلونوں اور فنٹا (ہیٹ) کے ساتھ کیا گیا۔ کچھ کے لئے مغربی لباس جدیدیت اور ترقی کا نشان تھے۔

خاص کر عیسائیت قبول کرنے والے دلت طبقے کے لوگوں کو مغربی لباس پسند آئے جو اُن کے لیے آزادی کا راستہ بھی تھا۔ یہاں بھی عورتیں نہ ہو کر مرد ہی تھے جنھوں نے نئے طرز لباس کو اپنایا۔

شکل12: کارٹون، جدید حب الوطن۔ گگنیندر ناتھ ٹیگور کی نقاشی، بیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ۔ ایک ایسے بیوقوف آدمی کی مضحکہ خیز تصویر جو مغربی لباس کی نقل کرتا ہے اور ساتھ ہی مادر وطن سے محبت بھی کرتا ہے۔ ہاتھ میں سگریٹ اور موٹی توند والے آدمی مغربی لباس پہنے ہوئے آدمی کا اسی زمانے میں کئی کارٹون میں مذاق اڑایا گیا۔

2. ان کا یہ ماننا تھا کہ مغربی تہذیب ہمارے ملک کی روایتی ثقافتی شناخت کو نقصان پہنچائے گی۔ مغربی طرز کے لباسوں کا استعمال لوگوں کو ایسا لگا گویا اُن کی دنیا ہی تہہ و بالا ہو جائے گی۔ یہاں دکھائے گئے اس کارٹون میں اپنی دھوتی کے ساتھ مغربی طرز کے جوتے، ہیٹ اور کوٹ پہننے کے لیے بنگالی بابو کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

شکل13: ہندوستانی چاری واری سے متعلق ایک کارٹون، 1873

3. چند لوگوں نے اس گومگو کی سی حالت کو ہار مانے بغیر مغربی طرز کا لباس پہن کر حل کیا اور چند ایسے بھی تھے جنھوں نے اسی گومگو کی سی حالت کا حل تھوڑا مختلف طریقے سے نکالنے کی کوشش کی چند لوگوں نے اس پس و پیش سے اُبھرنے کے لیے ہندوستانی کپڑے ترک کئے اور مغربی لباس پہننے شروع کئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے لباس کے مغربی اور ہندوستانی طرز کو جوڑنے کی کوشش کی۔ انیسویں صدی کے آخری حصہ میں بیشتر بنگالی افسران نے یہ طریقہ اپنایا کہ باہر کام پہ جانے کے لئے وہ

© NCERT not to be republished

مغربی کپڑے پہنتے تھے اور گھر آ کر زیادہ آرام دہ ہندوستانی کپڑے۔ بیسویں صدی کے ابتداء کے انسانیات داں ویریر ایلون کو یاد ہے کہ پونا کے ایک سپاہی نے، جو اپنی ڈیوٹی ختم کر کے گھر جا رہا تھا۔ گلی میں اپنے کپڑے اتارے اور صرف زیر جامہ اور ڈھیلا کرتا پہن کر ہی گھر میں داخل ہوا۔

آج بھی بہت سے لوگ گھر سے باہر اور گھر کے اندر کے لباسوں کے درمیان تفریق پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح سے دوسرے لوگوں نے اس کشمکش سے نپٹنے کے دوسرے طریقے ڈھونڈ نکالے۔ اُنھوں نے ہندوستانی اور مغربی طرز لباس کو ملانے کی کوشش کی، تاہم لباس کی تبدیلیوں کی تاریخ پُر آشوب ہے۔

4.1 ذاتوں کا تصادم اور لباس میں تبدیلی

اگر چہ ہندوستان میں یوروپ کی طرح کوئی باضابطہ مصارفی قوانین موجود نہ تھے، تاہم یہاں بھی کھانے اور کپڑوں کے بارے میں سخت سماجی قوانین تھے۔ ہندوستان میں موجود ذات پات کے نظام نے محکوم اور اعلی ذات کے ہندوؤں کے لئے پہننے اور کھانے کے ضابطے واضح کر دئے تھے اور ان ضابطوں کی قانونی حیثیت تھی۔ ان ضابطوں کو مجروح کرنے کے بعد مغربی لباسوں کی تبدیلیوں کا ردّعمل اکثر و بیشتر پُر تشدد شکل اختیار کر لیتا تھا۔

مئی 1822 میں ٹراونکور کی جنوبی دیسی ریاست میں اعلی ذات کے نائروں نے، عوامی مقامات پر شناور ذات کی عورتوں پر صرف اِس لئے حملہ کرنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے جسم کے اوپری حصہ کو کپڑے سے ڈھانکنے لگی تھیں۔ آنیوالے عشروں میں لباس کے ضابطوں کے خلاف ایک پرتشدد تصادم جاری رہا۔

شنار جو بعد میں ناڈر کہلائے، تاڑی نکالنے والے ایسے لوگ تھے جو نائر زمینداروں کے تحت کام کرنے کے لئے جنوبی ٹراونکور میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ چونکہ ان کو ایک ''ماتحت ذات'' سمجھا جاتا تھا، اس لئے ان کے لئے چھتری استعمال کرنا، جوتے پہننا یا سونے کے زیورات پہننا ممنوع تھا۔ مردوں اور عورتوں سے بھی اعلیٰ ذات کے لوگوں کے سامنے اپنے جسم کے بالائی حصہ کو کھلا رکھنے کی توقع کی جاتی تھی۔

1921 کی مردم شماری تک اس ذات کے تمام لوگوں کے لیے ناڈر اصطلاح کا استعمال عام ہوگیا۔

عیسائی مبلغین کے زیر اثر عیسائی مذہب قبول کرنے والی شنار عورتوں نے 1820 کے دہے میں اعلیٰ ذات کے لوگوں کی طرح اپنا جسم ڈھاپنے کے لئے سلے ہوئے بلاؤز اور کپڑے پہننے شروع کر دیے۔ ایّا ویکنڈر جیسے ہندو مصلحین نے بھی لباس کی اصلاح میں شرکت کی۔ جلد ہی نائروں نے جو علاقے کے اعلیٰ ذات کے لوگ تھے، ان عورتوں پر عوامی مقامات پر حملہ کرنا اور ان کے جسم کا بالائی لباس پھاڑنا شروع کر دیا۔ لباس کی اس تبدیلی کے خلاف عدالت میں شکایات درج کرائی گئیں۔ یہ شکایات خاص طور سے اس وجہ سے بھی کی گئی تھیں کیونکہ شنار اعلیٰ ذات کے لوگوں کے لئے مفت خدمت انجام دینے کو تیار نہ تھے۔

مستقبل میں جسم کے بالائی حصے کو ڈھکنے سے روکنے کے لئے ٹراونکور کی حکومت نے شنار عورتوں کو حکم دیتے ہوئے پہلے تو 1829 میں ایک اعلان جاری کیا۔ لیکن یہ اعلان بھی شنار عیسائی عورتوں کو یہاں تک کہ شنار ہندوؤں کو بھی بلاؤز اور بالائی کپڑا اختیار کرنے سے نہ روک سکا۔

جب ٹراونکور میں 1855 میں غلامی کا انسداد ہوا تو اعلیٰ ذات کے لوگوں میں اور بھی زیادہ ناامیدی بڑھ گئی

سرگرمی

اس وقت کے ایّا ہینکودر جیسے سماجی مصلحین کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیجیے جنھوں نے پوشاک اور وسیع سماجی اصطلاحات میں اہم کردار ادا کیا۔

© NCERT not to be republished

جن کا خیال تھا کہ اب ان کی گرفت کمزور پڑ رہی ہے۔ اکتوبر 1859 میں فسادات بھڑک اٹھے کیونکہ بازاروں میں شنار عورتوں پر حملے کئے گئے اور ان جسم پر ڈھکے بالائی کپڑے بھاڑ ڈالے گئے، گھروں کو لوٹا گیا اور گرجا گھروں کو آگ لگا دی گئی۔ آخر کار عیسائی اور شنار عورتوں کو جیکیٹ پہننے یا جسم کے بالائی حصے کو ڈھکنے کی اجازت دیتے ہوئے حکومت نے دوسرا اعلان جاری کیا۔ اس اعلان کے مطابق وہ "اپنے جسم کا بالائی حصہ کسی طرح سے بھی ڈھک سکتی تھیں لیکن عیسائی یا ہندو اعلیٰ ذات کی عورتوں کی طرح نہیں"۔

4.2 برٹش حکومت اور لباس کے ضابطے

ہندوستانی طرز لباس کے تحت انگریزوں کا ردعمل کیا تھا؟ ہندوستانیوں میں انگریزوں کے نظریات کا کیا ردعمل ہوا؟

مختلف ثقافتوں میں مخصوص لباس مختلف معنی اور مطالب کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے عموماً غلط فہمی اور تصادم کی سی نوعیت پیدا ہو جاتی ہے۔ برٹش انڈیا میں ان ہی اختلافات کے وجہ سے ستر پوشی کے انداز بدل گئے۔

مثال کے طور پر پگڑی اور ہیٹ کی نوعیت پر نظر ڈالئے۔ جب پہلے یوروپین تاجروں نے ہندوستان آنا جانا شروع کیا، ان کو ہندوستانی پگڑی باندھنے والوں سے اس طرح الگ کیا گیا کہ وہ ہیٹ پہننے والے تھے۔ یہ دونوں سر پوش نہ صرف دیکھنے میں مختلف تھے بلکہ ان کا مطلب بھی جداگانہ تھا۔ ہندوستان میں پگڑی کا مطلب نہ صرف گرمی سے بچاؤ تھا بلکہ یہ ایک عزت واحترام کا نشان بھی تھی۔ اور اس کو اپنی مرضی سے اتارا نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے بالکل برعکس مغربی روایات ہیں، احترام کی حیثیت سے سماجی اعلیٰ رتبہ رکھنے والوں کے سامنے ہیٹ کو سر سے اتارنا پڑتا تھا۔ اس تہذیبی فرق کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ انگریز اکثر اس بات سے ناراض ہو جاتے تھے کہ ہندوستانی اپنے سفید فام افسران کے سامنے اپنی پگڑی نہیں اتارتے تھے۔ اس کے بالکل برعکس بہت سے ہندوستانی اپنی علاقائی اور قومی شناخت پر زور دینے کے لئے جان بوجھ کر پگڑی باندھے رہتے تھے۔

ایسا ہی دوسرا تصادم جوتے پہننے کے سلسلے میں بھی ہوا۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں، برٹش افسران کے لئے ہندوستانی آداب مجلس پر عمل کرنے کا رواج موجود تھا، جس کے مطابق حکمراں راجاؤں اور

شکل 14: 1633 میں یوروپین شاہجہاں کے لئے آگرے میں تحائف لاتے ہوئے۔ (بادشاہ نامہ سے لیا گیا) تصویر میں نیچے ہیٹ پہنے نوابوں کو دیکھئے جو دوسرے درباریوں کے پگڑیوں سے بالکل الگ ہیں

شکل 15: سر ایم وشوریا (اوپر) جو کہ ایک نامور انجینیر اور 18-1912 ریاست میسور کے دیوان تھے۔ وہ اپنے تھری پیس والے مغربی طرز کے سوٹ کے ساتھ پگڑی باندھتے تھے۔

باکس 3

سر پر بندھی پگڑی

میسور کی پگڑی جو پیٹا کہلاتی تھی، جس پر سونے کا گوٹا لگا ہوتا تھا، انیسویں صدی کے وسط میں میسور کے درباری لباس کے ایک حصے کی حیثیت سے اپنائی گئی تھی۔ انیسویں صدی کے آخر تک میسور کے متعدد افسران، اساتذہ فنکاروں نے کبھی کبھی مغربی سوٹ کے ساتھ پگڑی باندھنا شروع کر دی تھی۔ جو دیسی ریاست کے ساتھ تعلق کا ایک نشان سمجھی جاتی تھی۔ آج میسور کی پگڑی زیادہ تر خاص خاص موقعوں پر مہمانوں کا احترام کرنے کے لے لگائی جاتی ہے۔

سرداروں کے دربار میں جوتے اتارے جاتے تھے۔ کچھ برٹش افسران ایسے بھی تھے جو ہندوستانی کپڑے پہنتے تھے۔ لیکن 1830 میں سرکاری تقریبات کے موقعہ پر یورپیوں کو ہندوستانی کپڑے پہننے سے اس لئے منع کیا گیا تا کہ سفید فام حکمرانوں کی ثقافتی شناخت مجروح نہ ہو۔

ساتھ ہی ساتھ ہندوستانیوں سے آفس میں ہندوستانی کپڑے پہننے اور ہندوستانی لباس کے ضابطوں پر عمل کرنے کی توقع کی جاتی تھی 28-1824 میں گورنر جنرل امہرسٹ نے اس بات پر زور دیا کہ جب ہندوستانی اس کے سامنے پیش ہوں تو ازروئے احترام اپنے جوتے اتار دیں۔ لیکن اس پر سختی سے عمل نہیں ہوا۔ انیسویں صدی کے وسط میں جب لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل تھا ''جوتے کا احترام'' اور بھی سخت بنا دیا گیا اور سرکاری اداروں میں داخل ہونے سے پہلے ہندوستانیوں کے جوتے اتروا دیئے جاتے تھے۔ صرف وہ لوگ جو یوروپی لباس میں ہوتے تھے، اس ضابطے سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے۔ ہندوستانی ملازموں کی ایک بڑی تعداد ان ضابطوں سے پریشان تھی۔

سورت کی عدالت میں 1862 میں ''جوتے کے احترام'' کے ضابطے کی نافرمانی کا ایک مشہور مقدمہ پیش آیا۔ مانک جی کوس جی اینٹی نے جو کہ سورت فوجداری عدالت میں تحصیل دار تھا، سشن جج کی عدالت میں اپنے جوتے اتارنے سے انکار کر دیا۔ جج اس بات پر مصر تھا کہ وہ اس کے سامنے اپنے جوتے اتارے کیونکہ اعلیٰ عہدے دار کے سامنے احترام کرنے کا یہ ایک ہندوستانی طریقہ تھا مگر مانک جی نہ مانا۔ عدالت میں مانک جی کو داخل ہونے سے روک دیا گیا جس کے بعد اس نے بمبئی کے گورنر کے پاس ایک احتجاجی خط لکھ کر بھیجا۔

انگریز اس بات پر مصر تھے کہ جب ہندوستانی کسی مقدس مقام یا گھر میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنے جوتے اتار دیتے ہیں اور عدالت میں داخل ہونے سے پہلے بھی انکو یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔ اس اختلاف کے سلسلے میں جو کہ بعد میں پیش آیا، ہندوستانیوں نے دلیل یہ پیش کی کہ متبرک مقامات اور گھروں میں داخلے سے پہلے جوتے اتارنے کے ساتھ دو مختلف سوال وابستہ تھے۔ پہلا یہ کہ جوتوں کے ساتھ دھول اور گندگی کا مسئلہ جڑا ہوا تھا کیونکہ سڑک پر چلنے سے جوتوں میں دھول مٹی لگتی ہے۔ دھول بھرے یہ جوتے ان مقامات پر نہیں جا سکتے جو صاف ستھرے ہوں خاص طور سے جب ہندوستان میں لوگ اپنے گھروں میں زمین پر بیٹھتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ چمڑے کے جوتے گندگی آلود ہو جاتےہیں اور آلودگی پیدا کرتے ہیں۔ لیکن عدالت جیسی عوامی عمارتیں گھر سے مختلف ہوتی ہیں۔

لیکن کمرۂ عدالت میں جوتے پہن کر داخل ہونے کی اجازت ملنے میں کئی سال لگ گئے۔

وشو بھارتی یونیورسٹی شانتی نکیتن

ماخذ: D

جب 1862 میں سورت فوجداری عدالت میں مانک جی سے جوتے اتارنے کو کہا گیا تو انھوں نے جج کو بتایا کہ وہ اپنی پگڑی تک اتارنے کو تیار ہیں لیکن جوتے نہیں۔ انھوں نے کہا:

اپنی پگڑی اتارنا عدالت سے کہیں زیادہ بڑی خود میری توہین ہوگی۔ لیکن میں اس کے لئے تیار ہو جاتا کیونکہ اس سے کوئی ضمیر یا مذہب وابستہ نہیں۔ ظاہری یا غیر ظاہری طور سے میں جوتوں میں کوئی احترام یا بے ادبی محسوس نہیں کرتا لیکن پگڑی پہننا ان تمام احتراموں میں سب سے بڑا احترام ہے جو ہم کرتے ہیں۔ ہم جب گھر پر ہوتے ہیں تو پگڑی نہیں پہنتے لیکن جب ہم کسی قابل احترام شخصیت سے ملاقات کو جاتے ہیں تو ہم اسے پہننے کے لئے سماجی آداب سے بندھے ہوتے ہیں۔ جب کہ ہم (پارسی) اپنے سماجی میل جول کے دوران کبھی کسی پارسی کے سامنے اپنے جوتے نہیں اتارتے، چاہے وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔

سرگرمی

آپ اپنے آپ کو انیسویں صدی کے آخیر میں الہ آباد ہائی کورٹ میں خود کو ایک مسلمان وکیل تصور کیجئے۔ آپ کس قسم کا لباس پہنیں گے؟ کیا وہ اس لباس سے مختلف ہوں گے جو آپ اپنے گھر پر پہنتے ہیں؟

© NCERT not to be republished

5 قومی لباس کی تشکیل

انیسویں صدی کے اخیر میں جوں جوں قومی جذبات ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے، ہندوستانیوں نے ایسی ثقافتی علامات کی ایجاد شروع کی جس سے قومی اتحاد ظاہر ہو۔فن کاروں نے آرٹ کے ایک قومی طرز کو اپنانا شروع کیا۔شعراء نے قومی گیت لکھے۔اس کے بعد قومی جھنڈے کے ڈیزائن پر ایک مباحثہ ہوا۔اشاراتی طریقوں سے،قوم کی ثقافتی شناخت کو واضح کرنے کے لئے ایک قومی لباس کی تلاش اسی تحریک کا ایک حصہ تھی۔

لباس سے وابستہ خود شعور نے ہندوستان کے بیشتر حصوں میں اونچے طبقات اور ذاتوں کے مرد اور عورتوں کو یکجا کر دیا۔لباس سے متعلق شعوری تجربات نے اعلیٰ طبقے اور ذاتوں کے مرد اور عورتوں سبھی کا دھیان کھینچا۔ بنگال کے ٹیگور خاندان نے 1870 کے دہے کے ابتدائی زمانے میں ہندوستان میں رہنے والے مرد اور عورتوں کے لئے قومی لباس کے تجربات شروع کئے۔ ایسے طرز کے لباس بنانے کی بھی کوششیں ہوئیں جو مختلف خطوں کی روایات کو یکجا کر سکیں۔

رابندر ناتھ ٹیگور نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستانی اور یورپی لباس کو یکجا کرنے کی بجائے، ہندوستان کے قومی لباس میں ہندو اور مسلمان دونوں کے اجزاء یک جا ہونے چاہئیں۔اس طرح اچکن (ایک لمبا بٹن دار کوٹ) مردوں کے لئے سب سے زیادہ موزوں لباس مانا گیا۔ستیندر ناتھ کی بیوی گیا نندنی

دیوی جو ہندوستان کے پہلے آئی سی ایس افسر تھے، بمبئی سے کلکتہ واپس لوٹی۔انھوں نے 1870 کی دہائی کی آخر میں ساڑی باندھنے کا وہ پارسی انداز اختیار کیا جس کو ایک بروچ سے بائیں کاندھے میں پن کیا جاتا ہے جس کے ساتھ جوتے اور بلاؤز پہنے جاتے ہیں۔ برہمو سماج کی عورتوں نے بھی اس کو جلد ہی اپنا لیا اور یہ برہمکا ساڑی کے نام سے مشہور ہوئی۔مہاراشٹریوں، یوپی کے برہمو اور غیر برہمو نے بہت

شکل 17 : گیانندنی ٹیگور(بائیں جانب)اپنے شوہر ستیندر ناتھ ٹیگور اور دوسرے خاندان کے ممبران کے ساتھ۔انہوں نے برہمکا ساری باندھ رکھی ہے جس کے ساتھ مغربی گاؤن کے طرز پر ایک بلاؤز ہے۔

شکل 18: آرسی دت کی بیٹی سرلا۔ پارسی بارڈر لگی ساری اور مخمل کا آستین دار بلاؤز دیکھئے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطوں اور ثقافتوں میں لباس کے طرز کس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پہونچے۔

شکل 16: لیڈی پچھوبائی (1890) ایک مشہور پارسی سماجی کارکن ۔وہ ایک ریشمی گارا پہنے ہیں جس پر ہنسوں اور ایک عام انگلینڈ کے پھول پیونی کی کشیدہ کاری کی گئی ہے۔

نئے الفاظ:

ہمو- برہمو سماج سے وابستہ لوگ

پہلے ہی یہ طرز قبول کرلیا تھا۔تاہم لباس کی ایک کل ہند کی طرز اپنانے کی کوشش پورے طور سے کامیاب نہ ہوسکی۔ گجرات، کوڈ گو، کیرالہ اورآسام کی عورتوں نے ساری کی مختلف اقسام زیب تن کرنا جاری رکھا۔

مغربی طرز کے جوتے اور پرتکلف لمبی آستین والا بلاؤز دیکھیے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی حصہ تک اعلی طبقہ کےلوگوں میں یہ انداز عام ہوچکا تھا۔

مآخذ:E

کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے عورتوں کے لباس میں تبدیلی کی حمایت کی جبکہ دوسروں نے مخالفت کی۔

''کوئی بھی مہذب قوم موجودہ زمانے میں ہمارے ملک کی عورتوں کے لئے استعمال میں آنے والے لباس کی مخالف ہے۔موجودہ دور میں پورے ملک میں عورتیں جس طرح کا لباس پہنتی ہیں،کوئی بھی مہذب اُس کی مخالفت کرے گا۔حقیقت میں یہ لباس بے حیائی کی ایک نشانی ہے تعلیم یافتہ لوگ اس کو لے کر بے حد پریشان ہیں،تقریباً ہر شخص کی خواہش ایک الگ طرح کا مہذب پہناوا ہو۔ یہاں کی عورتوں میں اس طرح کا لباس پہننے کا رواج ہے جس سے سارا جسم دکھائی دیتا ہے۔ایسا بے شرمی کا لباس کسی بھی شخص کو مہذب لوگوں کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسے کپڑے ہماری اخلاقی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

شکل 19: ٹراونکور کی مہارانی (1930)
مغربی عورتوں اور شریفانہ پوری آستین کے بلاؤز پر غور کیجیے۔ بیسویں صدی کی شروعات تک اعلیٰ طبقوں میں یہ انداز عام ہوچکا تھا۔

مآخذ F

سی- کیسون کی آپ بیتی جیوتیا سمرن انیسویں صدی کے آخری حصے میں اپنی ساس کے ساتھ پہلی بار ملاقات ہونے کے بارے میں بتاتی ہے، جس میں بلاؤز کے اس تحفے کا ذکر ہے جو اسے اس کی نند نے دیا تھا۔

یہ دیکھنے میں بڑا اچھا تھا لیکن اسے پہن کر گدگدی اٹھ رہی تھی میں نے اسے اتار دیا، بڑے دھیان سے تہ کیا اور بڑے جوش میں اپنی ماں کو دکھایا۔اس نے میری جانب تیکھی نظریں ڈالیں اور کہا ''اس کو پہن کر تم آوارہ گردی کرنے کہاں جارہی ہو؟اس کو تہ کردو اور بکس میں رکھ دو میں اپنی ماں سے خوفزدہ تھی۔ وہ تو مجھ کو مار ہی ڈالتی۔رات کے وقت میں نے بلاؤز پہنا اور اپنے شوہر کو دکھایا۔اس نے کہا، یہ بڑا اچھا لگ رہا ہے (اگلی صبح) میں بلاؤز پہن کر باہر آئی۔ میں نے اپنی ماں کو آتے نہیں دیکھا۔اچانک میں نے اس کو ناریل کی ایک شاخ توڑتے دیکھا۔ جب میں مڑی، وہ غصہ سے آگ بگولا ہو کر میری طرف لپکی۔ اس نے کہا، اتارو اس کو۔تم مسلمان عورتوں کی طرح قمیص پہن کر کھلے عام مٹر گشتی کرنا چاہتی ہو۔

سرگرمی

ہندوستان کے دو مختلف خطوں، کیرالہ اور بنگال سے تقریباً ایک ہی زمانے کے دو اقتباس دیئے گئے ہیں عورتوں کے لباس کے سلسلے میں شرم وحیا کے دو بالکل مختلف نظریات کے بارے میں آپ کو یہ کیا معلومات فراہم کرتے ہیں۔

5.1 سودیشی تحریک

بیسویں صدی کے پہلے دہے میں آپ بنگال میں سودیشی تحریک کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ اگر آپ اس تحریک کی سابقہ تاریخ پر روشنی ڈالیں تو آپ کو علم ہوگا کہ یہ مرکزی طور سے کپڑوں کی سیاست سے وابستہ تھی۔

© NCERT not to be republished

یہ سیاست کس طرح کی تھی؟

آپ جانتے ہیں کہ انگریز پہلے پہل ہندوستانی کپڑے کی تجارت کرنے آئے تھے جن کی پوری دنیا میں مانگ تھی۔ سترہویں صدی میں ہندوستان پوری دنیا کے بنائے ہوئے صنعتی مال کا ایک چوتھائی حصہ بناتا تھا۔ اٹھارہویں صدی کے وسط میں اکیلے بنگال ہی میں دس لاکھ بنکر موجود تھے۔ تاہم برطانیہ میں آئے صنعتی انقلاب نے کتائی اور بنائی کے عمل کو مشینی عمل میں بدل دیا جس کی وجہ سے کپاس اور نیل جیسے خام مال کی مانگ بے حد بڑھ گئی۔ اس نئی صورت حال نے عالمی معیشت میں ہندوستان کی حیثیت کو بدل کر رکھ دیا۔

ہندوستان پر سیاسی کنٹرول نے انگریزوں کی مدد دو طریقوں سے کی، ہندوستانی کسانوں کو نیل جیسی فصلیں اگانے کے لئے مجبور کیا جا سکا اور سستے انگریزی صنعتی مال نے باسانی نسبتاً کچّے ہندوستانی مال کی جگہ لے لی۔ ہندوستانی بنکروں اور کتائی کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد بے کار ہوگئی اور مرشدآباد، مچھلی پٹنم اور سورت جیسے بنائی کے اہم مراکز مانگ گرنے کے ساتھ ساتھ برباد ہو گئے۔

تاہم بیسویں صدی کے وسط تک لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے برٹش مال کا بائیکاٹ شروع کر دیا اور کھادی کو اپنا لیا۔ اگرچہ یہ موٹی اور قیمتی تھی اور اس کی دستیابی مشکل تھی۔ یہ تبدیلی کیسے ہوئی؟

1905 میں لاڈ کرزن نے برٹش حکومت کی مخالفت کی بڑھتی ہوئی لہر کو کنٹرول کرنے کے لئے بنگال کی تقسیم کا فیصلہ کیا۔ اس اقدام کے ردعمل میں سودیشی تحریک کا آغاز ہوا۔ لوگوں سے ہر قسم کے انگریزی مال کا بائیکاٹ کر کے اور ماچسوں اور سگرٹوں جیسی اشیاء کو بنانے کے لئے اپنی صنعتیں قائم کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس کے بعد عظیم عوامی احتجاجات ہوئے جس میں عوام نے نوآبادیاتی نظام کو اکھاڑ پھینکنے کا عہد کیا۔ کھادی کا استعمال حب الوطنی کا جذبہ بن گیا۔ عورتوں سے ان کے ریشمی کپڑے اور شیشے کی چوڑیاں پھینکنے اور سیپ کی سادی چوڑیاں پہننے کی درخواست کی گئی۔ موٹے جھوٹے گھر پر کتے ہوئے دھاگوں کو زیادہ پرکشش بنانے کے لئے گیتوں اور نظموں میں ان کی شان بڑھائی گئی۔

لباس کی تبدیلی کی اس مہم نے ان لوگوں کی بہ نسبت ان لوگوں کے جو تھوڑے میں گزارہ کرتے تھے اور یہ جو نئی چیزیں خریدنے کے اہل نہ تھے، اعلیٰ ذاتوں اور اعلیٰ طبقے کے لوگوں کو زیادہ متاثر کیا۔ 15 سال بعد اعلیٰ طبقات کے پیشتر لوگ بھی یوروپی لباس پہننے کی جانب دوبارہ مائل ہوئے۔

اگرچہ اس دور میں بہت سے لوگ قومیت کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے، تاہم اس سستے انگریزی مال کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا جس کا بازار میں سیلاب آ گیا تھا۔

ان تمام مجبوریوں کے باوجود، سودیشی تحریک نے کپڑے کو ایک علامتی ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کرنے کے بارے میں مہاتما گاندھی کو اہم نظریات بخشے۔

5.2: لباس کے ساتھ گاندھی کے تجربات

گاندھی کی ایک مقبول ترین شبیہ وہ ہے جس میں وہ اپنی ننگی چھاتی اور گھٹنوں تک دھوتی پہنے ہوئے چرخہ کات رہے ہیں۔ انھوں نے روزمرہ کے استعمال کے لئے چرخے پر کتا ہوا دھاگا

سرگرمی

اگر آپ ایک غریب کسان ہوتے تو کیا آپ بخوشی مل کا کپڑا پہننا چھوڑ دیتے؟

شکل 20: ننگی چھاتی اور چرخے پر سوت کاتتے ہوئے مہاتما گاندھی کی جانی پہچانی تصویر۔

© NCERT not to be republished

اور کھادی یا ہاتھ سے کتے ہوئے دھاگے سے موٹا جھوٹا کپڑا تیار کیا جو تحریک کے لئے ایک طاقتور علامت ثابت ہوئیں۔ یہ نہ صرف خود اعتمادی کی علامت تھیں بلکہ برٹش مل کے بنے ہوئے کپڑے کے استعمال کے خلاف ایک مزاحمت بھی تھی۔

گاندھی کی زندگی اور لباس کے ساتھ ان کے تجربات برصغیر ہندوستان میں پہناوے کے بدلتے رویے کا خلاصہ کرتے ہیں۔ گجراتی بنئے خاندان کے ایک لڑکے کی حیثیت سے وہ عموماً ایک قمیص اور دھوتی پہنا کرتے تھے اور کبھی کبھی کوٹ بھی۔ جب وہ 1888 میں ایک 19 سالہ لڑکے کی حیثیت سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے لندن گئے تو انھوں نے انگریزی بال کٹوائے اور مغربی طرز کا سوٹ پہنا تا کہ ان کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ اپنی واپسی پر وہ پگڑی کے ساتھ مغربی طرز کا سوٹ پہنتے رہے۔ 1890 کے دہے میں جوہنسبرگ، جنوبی افریقہ میں وکیل کی حیثیت سے وہ وہاں بھی مغربی طرز کا لباس زیب تن کرتے رہے۔ جلد ہی انھوں نے فیصلہ کیا کہ غیر موزوں لباس پہننا ایک زیادہ طاقتور سیاسی ہتھیار ہے۔ 1913 میں دربن میں گاندھی پہلی بار اپنا سر منڈا کر لنگی اور کرتے میں منظر عام پر آئے جو ہندوستانی کارکنوں کے گولی سے اڑائے جانے کے خلاف ایک ماتمی احتجاج تھا۔

1915 میں اپنے واپس لوٹنے کے موقع پر انھوں نے کاٹھیا واڑی کسان کا لباس پہننا شروع کیا۔ 1921 میں اگر انھوں نے پہننے کے لئے وہ چھوٹی دھوتی اپنائی جس کو وہ مرتے دم تک اپنے بدن سے لگائے رہے۔ 2 ستمبر 1921 کو عدم تعاون تحریک شروع کرنے کے ایک سال بعد، جس کا مقصد ایک سال کے اندر سوراج حاصل کرنا تھا، انھوں نے اعلان کیا میں نے عزم کیا ہے ''میری رائے ہے کہ کم از

شکل 21: سات سال کی عمر میں مہاتما گاندھی کی سب سے پرانی تصویر۔

شکل 22 : اپنے ایک دوست کے ہمراہ 14 سال کی عمر میں مہاتما گاندھی۔

شکل 23: مہاتما گاندھی (دائیں جانب سے بیٹھے ہوئے) لندن میں 21 سال کی عمر میں 1890 مخصوص تھری پیس مغربی سوٹ پر دھیان دیجئے۔

شکل 24: 1900 میں جوہانسبرگ میں۔ اب بھی انھوں نے ٹائی کے ساتھ مغربی طرز کا سوٹ پہن رکھا ہے۔

شکل 25: 1913 میں جنوبی افریقہ میں۔ ستیاگرہ کا لباس پہنے ہوئے۔

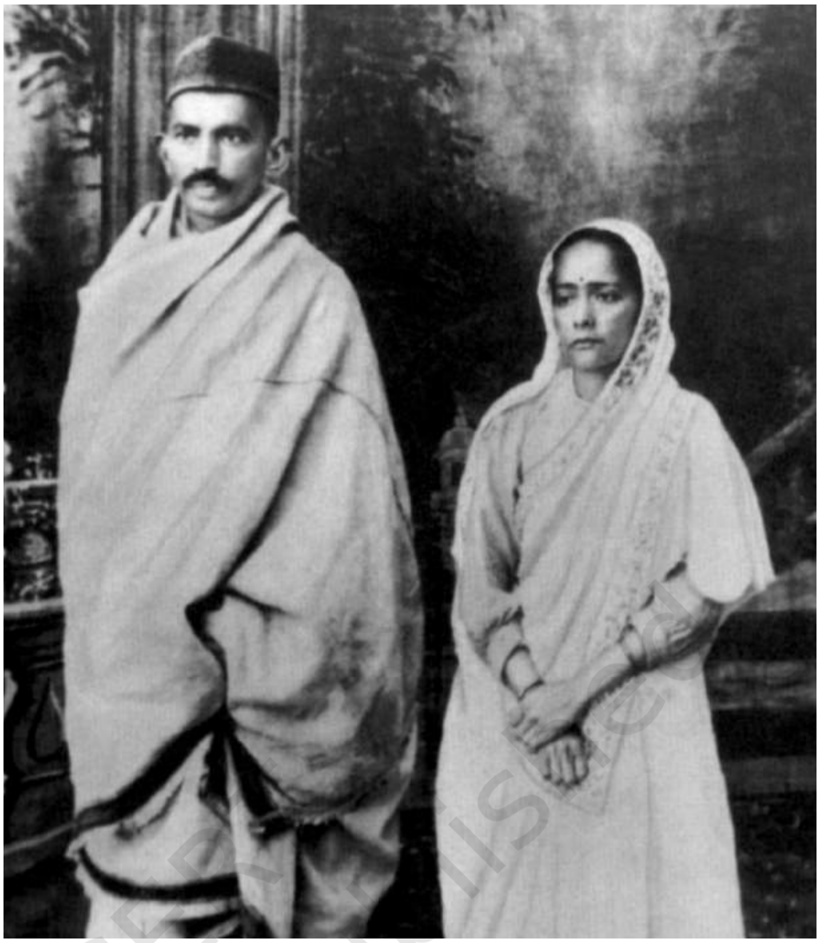

شکل 26: جنوبی افریقہ سے اپنی واپسی کے فوراً بعد کستور با کے ساتھ مہاتما گاندھی۔ سادا سا لباس پہن کر انھوں نے بعد میں تسلیم کیا کہ ان کو بمبئی کے اعلیٰ طبقے کے مغرب زدہ لوگوں کے درمیان انھیں بڑی جھجھک محسوس ہوتی۔ انھوں نے کہا کہ وہ جنوبی افریقہ میں مزدوروں کے درمیان خود کو زیادہ پرسکون محسوس کرتے تھے۔

کم 31 اکتوبر تک اپنی ٹوپی اور صدری کو خیر باد کہہ دوں اور ضرورت کے اپنے جسم کی حفاظت کے لئے صرف ایک لنگوٹی اور چادر پر قناعت کروں۔ میں ہمیشہ کسی ایسی بات کا مشورہ دیتے گھبراتا ہوں جس پر عمل کرنے کے لئے میں خود تیار نہ ہوں''۔

اس وقت تک وہ یہ لباس اپنی پوری زندگی تک استعمال کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ صرف ایک یا دو ماہ کے لئے تجربہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ان کو جلد ہی غریبوں کے تحت اپنے فرض کا احساس ہوا اور اسی لئے انھوں نے کبھی کوئی دوسرا لباس نہیں پہنا۔ غریب ترین ہندوستانی لباس کو اپنانے کے لئے انھوں نے جان بوجھ کر ہندوستانی سادھوؤں کے لباس کو مسترد کیا۔ ان کے نظریے کے مطابق سفید اور موٹی جھوٹی کھادی، پاکیزگی، سادگی اور غربت کی علامت تھی۔ اس کو پہننا قوم پرستی کی ایک علامت بن گیا جو کہ مغربی مل میں تیار کپڑے کی منافی تھی۔

جس وقت انھوں نے 1931 میں گول میز کانفرنس کے لئے انگلینڈ کا سفر کیا، تب بھی انھوں نے قمیص کے بغیر ہی مختصر سی دھوتی (لنگوٹی) پہنی، اس مسئلے پر انھوں نے سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا اور یہاں تک بکنگھم پیلس میں جارج پنجم سے ملاقات بھی اسی لباس میں کی۔ جب نامہ نگاروں نے ان سے نے سوال کیا کہ آیا آپ کے پاس بادشاہ کے سامنے جانے کے لئے کپڑے کافی ہیں؟ انھوں نے از روئے مذاق جواب دیا: ''بادشاہ کے جسم پر اتنے کپڑے ہیں جو ہم دونوں کے لئے کافی ہیں''۔

5.3 ہر شخص کھادی نہیں پہن سکتا تھا

گاندھی جی نے پوری قوم کو کھادی میں ملبوس کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ کھادی مذہبی اور طبقاتی اختلافات مٹانے کا ایک ذریعہ بنے گی۔ لیکن کیا دوسروں کے لئے گاندھی جی کے نقش قدم پر چلنا آسان تھا؟ کیا ایسا اتحاد ممکن تھا؟ ایسے لوگوں کی تعداد کافی کم تھی جو گاندھی جی کی طرح ایک کسان کی لنگوٹی باندھتے اور نہ ہی سب لوگ ایسا کرنا چاہتے تھے۔ یہاں گاندھی جی کی آواز پر دوسرے لوگوں کے تاثرات کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

- موتی لال جیسے قوم پرست نے جو الہ آباد کے ایک کامیاب بیرسٹر تھے، اپنے قیمتی مغربی طرز کے سوٹ کو خیر باد کہہ دیا اور ہندوستانی دھوتی اور کرتا اپنا لیا۔ لیکن یہ موٹے (کھادی کی طرز کا) کپڑے کے نہیں تھے۔

- وہ لوگ جو صدیوں سے ذات پات کے ضابطوں کی وجہ سے محرومی کا شکار تھے، مغربی طرز کے لباس کی جانب مائل تھے۔ اس لئے گاندھی جی سے الگ ہٹ کر، بابا صاحب امبیڈکر جیسے قوم پرستوں نے مغربی طرز کے سوٹ کو کبھی نہیں چھوڑا۔ 1910 کے دہے کے ابتدائی حصے میں بہت سے دلتوں نے خود اعتمادی کے الجھاؤ کے طور پر تمام عوامی مواقع پر تھری پیس سوٹ، موزے اور جوتے پہننا شروع کر دیئے۔

- 1928 میں مہاراشٹر سے ایک عورت نے گاندھی کو خط لکھا جس میں اس نے بتایا، ''ایک سال پہلے میں نے آپ کو ہم سب کے لئے کھادی پہننے کی شدید ضرورت پر بولتے ہوئے سنا تھا، جس کے بعد میں نے اس کو اپنانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ہم غریب لوگ ہیں، میرا شوہر کہتا ہے کہ کھادی بڑی مہنگی ہوتی ہے۔ چونکہ میرا تعلق مہاراشٹر سے ہے، اس لئے میں نوگز کی ساڑی باندھتی ہوں اور ہمارے بزرگ اس کا سائز گھٹا کر چھ گز کرنے کی بات تو سن ہی نہیں سکتے۔

- دوسری عورتیں جیسے سروجنی نائیڈو اور کملا نہرو گھر کی بنی ہوئی اور سفید ساڑیوں کے رنگین ڈیزائن والی ساریاں پہنا کرتی تھیں۔

نتیجہ:

طرز لباس کی تبدیلیوں کا تعلق ثقافتی مزاج، معیاروں، حسن، معاشی اور سماجی برتاؤ اور سماجی اور سیاسی تصادم سے ہوتا ہے۔ اس لئے جب بھی ہم کبھی پوشاک کے انداز میں تبدیلیاں دیکھیں تو ہم کو چند ایسے سوال کرنے کی ضرورت پیش آئے گی مثلاً یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہوئیں؟ یہ تبدیلیاں سماج اور اس کی تاریخ کے بارے میں ہم کو کیا بتاتی ہیں؟ یہ ہم کو مزاجوں اور ٹکنالوجیوں، بازاروں اور صنعتوں کی تبدیلیوں کے بارے میں کیا معلومات فراہم کرتی ہیں؟

سرگرمی

کیا آپ متعدد دوسری وجوہات کا تصور کر سکتے ہیں کہ کھادی چند طبقات، ذاتوں اور ہندوستان کے خطوں میں کیوں پھیل نہ سکی۔

© NCERT not to be republished

گاندھی ٹوپی:

1915 میں ہندوستان میں اپنی واپسی کی تھوڑی مدت بعد، گاندھی نے اس کشمیری ٹوپی کو جو کبھی کبھی پہنتے تھے، ایک سفید سستی کھادی ٹوپی میں بدل دیا۔1919 کے بعد دو سال تک گاندھی جی نے یہ ٹوپی پہنی اور اس کے بعد اس کو ترک کر دیا، لیکن اس مدت کے آتے آتے یہ قوم پرستانہ یونیفارم کا ایک حصہ ہی نہیں بلکہ نافرمانی کی ایک علامت بن چکی تھی۔مثال کے طور پر عدم تعاون تحریک کے دوران، 1921 میں ریاست گوالیار نے اس کو ممنوع قرار دینے کی کوشش کی۔خلافت تحریک کے دوران ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے یہ ٹوپی پہننا شروع کر دی تھی، سانتھال قیدیوں کی رہائی کا مطالعہ کرتے ہوئے سنتھالیوں کی ایک جماعت نے جس کا یقین تھا کہ گاندھی ٹوپی گولیوں سے ان کی حفاظت کرے گی، بنگال کے اندر 1922 میں پولیس پر حملہ کر دیا: اس کے نتیجہ میں تین افراد کی موت ہو گئی۔

قوم پرستوں کی ایک بڑی تعداد نے کھلم کھلا طور سے گاندھی ٹوپی پہنی اور ایسا کرنے پر ان کو پیٹا یا گرفتار تک کر لیا گیا۔پہلی عالمی جنگ کے بعد کے سالوں میں، خلافت تحریک کے عروج کے ساتھ، ہندوستان میں فز (ترکی ٹوپی) نوآبادیاتی نظام کی مخالف نشان بن گئی۔اگر چہ بہت سے ہندو بھی اسے پہنتے تھے مثال کے طور پر حیدرآباد میں۔جلد ہی اس کی شناخت صرف مسلمانوں سے وابستہ ہو گئی۔

شکل 27: پگڑی لگائے مہاتما گاندھی۔

شکل 28: زری کے کام سے آراستہ کشمیری ٹوپی 1915۔

شکل 31: 1931 میں یورپ کے دورے پر۔اس مدت تک ان کے کپڑے مغربی ثقافتی تسلط کے خلاف ایک طاقتور سیاسی علامت بن چکے تھے۔

شکل 29: گاندھی ٹوپی پہنے ہوئے 1920۔

شکل 30: اپنا سر منڈوانے کے بعد 1921۔

© NCERT not to be republished

سرگرمیاں

1. تصور کیجئے کہ آپ ایک تاجر کے 14 سالہ بچے ہیں آپ فرانس میں مصارفی قوانین کے بارے میں جو کچھ سوچتے ہیں اس پر ایک پیراگراف لکھئے۔

2. کیا اب آج کے دور میں بھی موزوں یا غیر موزوں لباس کی توقعات آپ کو دکھائی دیتی ہیں؟ کپڑا پہننے کے چند ایسے ضوابط کی مثالیں دیجئے جو مخصوص مقامات پر قابل احترام مانے جاتے ہیں جبکہ دوسری جگہ ناقبل قبول ہیں۔

سوالات

1. لباسوں کے نمونوں اور سامان میں آئی تبدیلیوں کی وجوہات بیان کیجئے۔

2. فرانس میں مصارفی قوانین کیا تھے؟

3. کسی دو اختلافات کی ایک ایسی مثال دیجئے جن کے مطابق یورپین لباس کے ضابطے ہندوستانی ضابطوں سے جداگانہ تھے۔

4. 1805 میں ایک برٹش عہدے دار بنجمن ہائن نے بنگلور میں تیار اشیاء کی ایک فہرست بنائی جس میں مندرجہ ذیل اشیاء شامل تھیں۔

- مختلف قسم اور ناپوں کا عورتوں کا کپڑا
- معمولی چھینٹ
- ململ
- ریشمی کپڑے

1880 کے ابتدائی حصے میں درج بالا کپڑوں میں سے کون سی قسم کا استعمال کم ہو گیا ہوگا اور کیوں؟

5. وہ وجوہات بتائیے جن کی رو سے انیسویں صدی کے ہندوستان میں عورتوں نے روایتی ہندوستانی لباس پہننا جاری رکھا، اگر چہ مردوں نے زیادہ پرسہولت فوجی طرز کا لباس اپنالیا تھا۔ یہ صورت حال سماج میں موجود عورتوں کی حیثیت کے بارے میں کیا بات بتاتی ہے؟

6. ونسٹن چرچل نے گاندھی کو ''ایک بغاوت انگیز درمیانی درجہ کا وکیل بتایا تھا جس نے اب آدھے ننگے فقیر کا چولا پہن لیا تھا'' چرچل نے کس بات سے چڑ کر یہ بیان دے دیا۔ اس بیان سے آپ کو گاندھی جی کے لباس کی کون سی علاماتی طاقت کا علم ہوتا ہے۔

7. ملک کی ملبوسات کے بارے میں مہاتما گاندھی کا خواب ہندوستانیوں کے صرف بعض طبقات کے لیے ہی کیوں باعث کشش بنا؟

© NCERT not to be republished